از قلم حضرت علامہ الحاج المفتی

فیض ملت محمد فیض احمد اویسی رضوی
محدث بہاولپور

باہتمام

بزم طلباء مدرسہ گلزار رسول جی ٹی روڈ اڈہ گلن ہٹی (بہاولپور)

ناشر
مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور پاکستان
0300-6843281
0321-4716086

نام کتاب ———— معراج النبی ﷺ

از قلم ———— حضرت علامہ الحاج المفتی فیض ملت محمد فیض احمد اویسی رضوی

باہتمام ———— بزم طلباء مدرسہ گلزار رسول جی ٹی روڈ اڈہ جھمن جنی (بہاولپور)

قیمت ———— 30 روپے

ملنے کے پتے

کتب خانہ امام احمد رضا دربار مارکیٹ لاہور، مکتبہ قادریہ، مسلم کتابوی
والضحی پبلیکیشنز، کرمانوالہ بک شاپ، چشتی کتب خانہ، دارالعلم پبلیکیشنز
ہجویری بک شاپ، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، نوریہ رضویہ پبلیکیشنز، نشان منزل دارلنور
صراط مستقیم پبلی کیشنز (دربار مارکیٹ لاہور)، مکتبہ اہلسنت مکہ سنٹر لاہور
نظامیہ کتاب گھر زبیدہ سنٹر لاہور، مکتبہ قادریہ، مکتبہ الفرقان
مکتبہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ، مکتبہ نظامیہ، جامعہ نظامیہ نبی پورہ شیخوپورہ،
مکتبہ جلالیہ صراط مستقیم، رضا بک شاپ گجرات، مکتبہ رضائے مصطفٰے
فیضان مدینہ کھاریاں، مکتبہ الفجر سرائے عالمگیر، اہلسنہ پبلی کیشنز دینہ
مکتبہ ضیاء السنہ، فیضان سنت، مہریہ کاظمیہ ملتان، احمد بک کارپوریشن
اسلامک بک کارپوریشن، مکتبہ غوثیہ عطاریہ، مکتبہ امام احمد رضا راولپنڈی
مکتبہ اویسیہ رضویہ، مکتبہ متینو یہ بہاولپور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَا سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَالۡمُرۡسَلِیۡنَ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

﴿مقامِ توحید و شانِ رسالت﴾

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے اس کا دورتا قیامت رہے گا۔ پہلے تمام دین اللہ تعالیٰ نے منسوخ کردیئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دورتا قیامت رہے گا۔ شریعتِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانیت کی بہتری اور بھلائی اور حفاظت کی ضامن ہے۔ اس کو چھوڑ کر اگر کوئی انسان کسی دوسرے دین کی پیروی کرے گا ہدایت سے خالی رہے گا۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ وہ شخص (جو شریعتِ محمدی کی پیروی نہ کرے) آخرت میں رسوا ہوگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر پیارے موسیٰ علیہ السلام بھی آجائیں تو ان کو بھی میری شریعت پر عمل کرنا ہوگا۔ آپ کو تمام عالموں (جہانوں) کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا، تمام عالم آپ کے محتاج ہیں، ساری مخلوقات سے زیادہ کمالات آپ کو عطا ہوئے ہیں، مخلوق میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے ، اللہ تعالیٰ کا پیارا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تمام کمالات کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے تو کوئی اور مخلوق کس طرح اللہ تعالیٰ کی شریک ہوسکتی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اول سے عابد ہیں، آسمانوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام احمد ہے جس کے معنی بہت ہی حمد کرنے والا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں آتے ہی اپنے معبودِ برحق اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا اور دنیا میں سجدہ کرتے رہے، قیامت کے دن بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کو سجدہ فرمائیں گے۔ ثابت ہوا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرنے والے اللہ تعالیٰ مسجود لہ ہے (یعنی جس کو سجدہ کیا جائے) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

عابد ہیں اللہ تعالیٰ معبود، جب اتنے بڑے کمالات کے حامل شریک ذاتِ باری نہیں ہیں اور
باقی مخلوق میں سے کون ہوسکتا ہے، ہم اہلسنّت وجماعت اللہ تعالیٰ کو لاشریک مانتے ہیں اور
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا حبیب ومحبوب مانتے ہیں ہم صرف اللہ تعالیٰ
کی عبادت کرتے ہیں اور اپنے آقا ومولیٰ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے ۔۔۔ باغِ خلیل کا گُلِ زیبا کہوں تجھے
لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کردیا ۔۔۔ خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے کہ

"وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" (پارہ۲۹، سورۃ القلم، آیت۴)

ترجمہ: اور بیشک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔ (کنز الایمان)

یعنی بلاشبہ آپ کا اخلاق عظیم ہے۔

یوں تو دنیا میں بیشمار افراد گزرے لیکن اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ تاریخ میں ان چند افراد کا ذکر محفوظ ہے اور باقی کا نام ونشان نہیں ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام جن کی تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے ان میں سے چھبیس یا تیس انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ ملتا اور باقی کے متعلق ہمیں کچھ معلوم نہیں، پوری انسانی تاریخ میں اگر کوئی زندگی محفوظ ہے تو وہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور مقدس زندگی ہے اور یہ اسی طرح قیامت تک محفوظ رہے گی اور اگر کبھی بھی کسی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں عیب نکالا یا بُرا بھلا کہا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایسے لوگوں کے بارے میں واضح ارشاد فرمادیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک موقع پر ایک شخص کی اونٹنی گم ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کی

اونٹنی فلاں وادی میں ہے۔ یہ سن کر ایک منافق نے کہا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کہتے ہیں اس کی اونٹنی فلاں وادی میں ہے حالانکہ یہ غیب کو کیا جانیں، اس پر جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اسے طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تو ایسا ایسا کہہ رہا تھا تو اس نے کہا ہم نے یونہی ہنسی کھیل میں ایسا کہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

ترجمہ: تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے مسلمان ہوکر۔ (پارہ۱۰، سورۃ توبہ، آیت ۶۶،۶۵)

ترجمہ: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بےشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے۔ (پارہ۱۰، سورۃ توبہ، آیت ۷۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (پارہ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۱۰۴)

صدر الافاضل علامہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں جب حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو کچھ تعلیم وتلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے "راعنا یارسول اللہ" اس کے معنی تھے کہ یارسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی کلامِ اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے۔ یہود کی لغت میں یہ کلمہ سوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا، اُنہوں نے اس نیت سے کہنا شروع کیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے۔ آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر فرمایا اے دشمنانِ خدا تم پر اللہ کی لعنت، اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن ماردوں گا۔ یہود نے کہا ہم پر آپ برہم نہ ہوں، مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں اس پر آپ رنجیدہ ہوکر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں "راعنا" کہنے کی ممانعت

فرمادی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ "انظرنا" کہنے کا حکم ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر اور ان کی جناب میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو وہ زبان پر لانا ممنوع۔

نجدی کہتا ہے کیوں تعظیم کی یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا

(حدائقِ بخشش)

زمانۂ رسالت کے آغاز میں بمصلحت خداوندی ایسا اتفاق پیش آیا کہ چند دنوں تک نزولِ وحی کا سلسلہ رک گیا، کفارِ مکہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے ازراہِ طعن (طعنہ دیتے ہوئے) یہ کہنا شروع کر دیا'' محمد کے رب نے محمد کو چھوڑ دیا'' اور ان کی طرف سے نظر پھیر لی۔

کفار کی اس بدگوئی سے سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کو صدمہ پہنچا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اداس رہنے لگے فوراً اللہ تعالیٰ نے سورۃ نازل کی۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بے دینوں کے بارے میں کیا ارشاد فرماتا ہے

ترجمہ: چاشت کی قسم! اور رات کی جب پردہ ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا اور بے شک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ (پارہ ۳۰، سورۃ الضحیٰ، آیت ۵۔۱)

اس کے علاوہ یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اولادِ ذکور (بیٹوں میں سے) آخری فرزند حضرت قاسم کا جب وصال ہوا تو کفارِ مکہ نے طعنہ دیا کہ آپ ابتر (بے اولاد) ہو گئے یعنی اب آپ کی نسل منقطع ہو گئی اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُداس اور ملول رہنے لگے۔ چند لمحے کا اضطراب بھی دریائے رحمت کے لئے تلاطم (طوفان) سے کم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی تسکین وتشفی کے لئے فوراً یہ سورۃ نازل فرمائی

ترجمہ: اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لئے نماز

پڑھو اور قربانی کرو، بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

(پارہ ۳۰، سورۃ الکوثر، ترجمہ کنزالایمان)

اس میں غور کیجئے کہ دشمن کے طعنہ کا جواب کیسے اللہ تعالیٰ دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ نبی کتنا محبوب ہے کہ وہ خود جواب دے رہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ

ترجمہ: جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

اس جملے پر یہودی مذہب کے لوگ بہت زیادہ ناخوش ہوئے، ان کے درمیان آپس میں باتیں شروع ہو گئیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خدائی منصب لینا چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ اب خدا کی طرح ان کی بھی پرستش کی جائے، یہودیوں کے اس طعن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْہِمْ حَفِیْظًا ۝

(پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا۔ (ترجمہ کنزالایمان)

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

الغرض اس طرح کی بہت سی آیات یا سورتیں ہیں جس میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے دشمن کو جواب دے رہا ہے

"لَایَعُوْدُوْنَ" آگے ہوگا بھی تو الگ ہے دائما پھر تجھ کو کیا

نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کا بھی حکم ہے اگر صرف اللہ عزوجل کی اطاعت کی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہیں کی اور ان کی زندگی میں نقص نکالا تو ہمارا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

﴿معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیدارِ الٰہی﴾

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود　　نوشہ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی　　آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
(حدائقِ بخشش)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط۔ (پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، آیت ۱)

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا، مسجد حرام سے مسجد اقصا تک، جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔

آیتِ مذکورہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے واقعۂ معراج شریف کو بیان فرمایا گیا ہے۔ نبوت کے بارہویں سال سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم معراج سے نوازے گئے (بعضوں نے گیارہویں سال بھی لکھا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے) مگر مشہور یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی۔ مکہ مکرمہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بیت المقدس تک شب کے مختصر حصے میں تشریف لے جانا نصِ قرآنی سے ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور منازلِ قرب میں پہنچنا احادیث صحیحہ معتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حدِ تواتر (کثرت) کے قریب پہنچ گئی ہیں ان کا منکر گمراہ ہے۔

معراج شریف بحالتِ بیداری جسم وروح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کثیر جماعتیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ اصحاب اسی کے معتقد ہیں۔ نصوصِ آیات واحادیث سے بھی یہی مستفاد (ثابت) ہوتا ہے۔ تیرہ دماغانِ فلسفہ کے اوہامِ فاسدہ (گمراہ ذہن والے فلسفیوں کے نظریات) محض باطل ہیں۔ قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔ (خزائن العرفان)

مولوی محمود الحسن دیوبندی نے بھی آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں لکھا کہ "بندہ بدن اور روح دونوں کے مجموعہ کا نام ہے، اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کو یہ معراج جسم کے ساتھ ہوئی تھی" (ترجمہ محمود الحسن مع حاشیہ وفوائد القرآن)

اللہ تعالیٰ نے معراج شریف کی مزید حقیقت ان آیات میں ارشاد فرمائی

وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی ۝ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ ذُوْ مِرَّۃٍ ط فَاسْتَوٰی ۝ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ۝ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی ۝ وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَۃً اُخْرٰی ۝ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی ۝ عِنْدَھَا جَنَّۃُ الْمَاْوٰی ۝ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۝ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی ۝ (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱ تا ۱۸)

ترجمہ: اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے، تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے، انہیں سکھایا سخت قوتوں والے طاقتور نے، پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا اور وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا، پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب

میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم، اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی، دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس، اس کے پاس جنت الماویٰ ہے، جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا، آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ (کنزالایمان)

خیال رہے کہ اس آیت میں ترجمۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تائید حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ''ھَوٰی'' سے مراد ان کا آسمانوں سے شبِ معراج اترنا ہے۔

(روح المعانی، بحوالہ ضیاء القرآن)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا اور رسول کے درمیان کے اسرار ہیں جس پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ (خزائن العرفان)

''نجم'' سے مراد ہادیٔ برحق، سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ (تفسیر خازن)

اور ''شَدِیْدُ الْقُوٰی o ذُوْمِرَّۃٍ'' سے مراد، حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ذاتِ خداوندی ہے، اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا معنی یہ ہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بے واسطہ تعلیم فرمائی۔

(تفسیر خزائن العرفان، بحوالہ تفسیر روح البیان)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ''سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ''اُفُقِ الْاَعْلٰی'' یعنی آسمانوں کے اوپر استوئی فرمایا اور حضرت جبریل علیہ السلام سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے آگے نہ

بڑھ سکے۔ اُنہوں نے کہا اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلّیاتِ جلال مجھے جلا ڈالیں اور حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ گئے اور مستوائے عرش (سطح عرش) سے بھی گزر گئے اور حضرت مترجم (امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی) قدس سرہ کا ترجمہ اس طرف مشیر ہے کہ ''استوٰی'' کی اسناد اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف ہے، اور یہی قول حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ (خزائن العرفان)

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰ کہ یوں
کیف کے پَر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

''وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی'' کی تفسیر میں امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ''فوق سموات'' پر پہنچے تو تجلی ربانی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئی۔

''ثُمَّ دَنَا'' کی تفسیر میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم حضرتِ حق کے قرب سے مشرف ہوئے، دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا اور یہ ہی صحیح تر ہے۔ (خزائن العرفان)

''فَتَدَلّٰی'' کے معنی میں بھی چند قول ہیں ایک تو یہ کہ نزدیک ہونے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عروج ووصول (بلند اور ملا ہوا) مراد ہے اور اتر آنے سے نزول ورجوع (نازل ہونا اور اس کی طرف جانا) تو حاصلِ معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے قرب میں باریاب (حاضر) ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر خلق کی طرف متوجہ ہوئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے لطف ورحمت کے ساتھ اپنے حبیب سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقربِ درگاہِ ربوبیّت ہو

کرسجدۂ طاعت ادا کیا۔(روح البیان)

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قریب ہوا جب ربُّ العزت الخ۔(آخر تک)

(خازن، تفسیر خزائن العرفان)

"مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى " کے بارے میں بعض مفسّرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبریل کو دیکھا لیکن مذہبِ صحیح یہ ہے کہ سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا اور یہ دیکھنا کس طرح تھا چشمِ سر سے یا چشمِ دل سے اس میں مفسّرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں۔

﴿احادیث وروایات﴾

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ۔(مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب تعالیٰ کو احسن صورت میں دیکھا۔

اسی حدیث میں ہے کہ "میرے رب نے اپنی رحمت کا دستِ مبارک میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا، پس میں نے اس کے وصولِ فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں۔"

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ سیّدِ عالَم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب عزّ وجلّ کو اپنے قلبِ مبارک سے دوبار دیکھا۔(رواہ مسلم)

طبرانی اور خصائص کبریٰ میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ

ان محمدا ﷺ رای ربہ مرتین مرۃ ببصرۃ و مرۃ بفؤادہ۔

(طبرانی ، خصائص کبری)

بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی امام بیہقی نے کتاب الرویت میں روایت نقل فرمائی کہ

ان اللّٰہ اصطفی ابراھیم بالخلۃ واصطفی موسٰی بالکلام واصطفی محمدا بالرویۃ۔(زرقانی علی المواہب، خصائص کبریٰ وضیاء القرآن)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو خُلّت (ایک مقام سے) اور حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو کلام سے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

ان محمدا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم رای ربہ عزوجل۔

بلاشبہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رب العزت کو دیکھا۔

(ابن خزیمہ، زرقانی علی المواہب)

مسلم شریف کی حدیث ہے

رَاَیْتُ رَبِّیْ بِعَیْنِیْ وَبِقَلْبِیْ

میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔

شفاء شریف میں ہے کہ حضرت امام حسن بصری علیہ الرحمۃ قسم کھاتے تھے کہ

لقد رای محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ربہ

بلاشبہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ معراج اپنے رب کو دیکھا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کا قائل ہوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا، یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔ (شفاء شریف)

امام قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اما ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے فرمایا ہے

انه صلی الله تعالیٰ علیه و آله وسلم رای الله تعالیٰ ببصره وعین راسه۔

(شفاء شریف)

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ان سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "اکثر علماء کے نزدیک فوقیت اسی کو ہے کہ بلاشبہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج میں اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے" (زرقانی علی المواہب)

"لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی" (پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱۸) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں، عجائب ملک وملکوت کو ملاحظہ فرمایا۔ علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں کہ عجائب ملک وملکوت سے مراد انبیاء کرام، ملائکہ، آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ کا دیکھنا ہے جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج دیکھا اور آپ کا علم تمام معلوماتِ غیبیہ ملکوتیہ پر حاوی ہو گیا۔

"لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" کا مفہوم: بعض لوگ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ کو دیکھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں اور آیت کریمہ "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" (پارہ ۷، سورۃ الانعام، آیت ۱۰۳) سے استدلال کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ دیدارِ الٰہی ناممکن اور محال ہے۔

واضح رہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیدار کا انکار کیا اور آیت کو حضرت جبریل کے دیدار پر محمول کیا اور فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا اور سند میں آیتِ کریمہ "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" تلاوت فرمائی۔

(خزائن العرفان)

یہاں چند باتیں قابلِ لحاظ ہیں ایک یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نفی میں ہے اور حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اثبات میں اور ظاہر ہے کہ مثبت ہی مقدم ہوتا ہے کیونکہ نافی (نفی کرنے والا) کسی چیز کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا نہیں اور مثبت اثبات اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا اور جانا تو علم مثبت کے پاس ہے۔ علاوہ بریں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے نقل نہیں کیا بلکہ آیت سے اپنے استنباط (ذاتی تشریح) پر اعتماد فرمایا۔ (معلوم ہوا) یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے ہے اور آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ کہ رویت کی (یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے لیکن اس کا دیدار ممکن ہے) کیونکہ ادراک کے معنی ہیں مدرک کے جوانب وحدود پر محیط ہونا۔ چنانچہ جمہور مفسرین ومحدثین ادارک کی تفسیر احاطہ سے فرماتے ہیں اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کوئی آنکھ اس کا احاطہ کرلے کیونکہ احاطہ اس چیز کا ہوسکتا ہے جس کے حدود و جوانب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے لئے حدود و جوانب محال ہیں لہٰذا اس کا ادراک و احاطہ بھی محال اور ناممکن ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ عکرمہ (آپ کے شاگرد) کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں "لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ" کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتی۔ آپ نے فرمایا افسوس تم سمجھے نہیں۔ یہ اس وقت ہے جبکہ

وہ اس نور کے ساتھ تجلی فرمائے جو اس کا نور ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔ یہاں دو مرتبہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ ایک وقت میں دو طرح دیکھا ظاہری آنکھ سے بھی اور دل کی آنکھ سے بھی۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

دیدارِ الٰہی ناممکن نہیں ہے کیونکہ اگر بالفرض دیدارِ الٰہی ناممکن ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے لئے سوال نہ کرتے "رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ" ترجمہ: اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ (پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۳)

جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "لَنْ تَرٰنِیْ" ترجمہ: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔

(پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے دیکھنا ممکن نہیں اور نہ ہی یہ فرمایا کہ مجھے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا بلکہ اپنے دیدار کو استقرار (قائم) پہاڑ پر معلق (موقوف) فرمایا جو کہ امر ممکن ہے محال نہیں (یہ بات ممکن ہے ناممکن نہیں) لہٰذا دیدارِ الٰہی بھی ممکن ہوا، محال نہ ہوا کیونکہ جو چیز امر ممکن پر معلق کی جائے وہ بھی ممکن ہی ہوتی ہے محال نہیں ہوتی تو دیدارِ الٰہی جس کو پہاڑ کے ثابت رہنے پر معلق فرمایا گیا ممکن ہوا۔ معلوم ہوا کہ جو لوگ دیدارِ الٰہی کو محال بتاتے ہیں ان کا قول باطل ہے۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے

وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ۔

(پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۳)

ترجمہ: ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔

(کنزالایمان)

لیکن رب تعالیٰ کی تجلیات کی تاب پہاڑ نہ لا سکا کہ وہ قائم رہتا بلکہ وہ بھی پاش پاش ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنے ہوش برقرار نہ رکھ سکے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔

(پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۳)

ترجمہ: پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔ (کنزالایمان)

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

واضح رہے کہ جس نور کی تاب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نہ لا سکے اور جس کو پہاڑ برداشت نہ کر سکا اسی نور کو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا اور بلا واسطہ کلام فرمایا

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی — آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا — جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حضور پرنور، شافع یوم النشور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چشمانِ نبوت کی عظمت کو سلام، کہ یہ وہ مقدس آنکھیں کہ

قبر میں دیکھیں موسیٰ کو پڑھتے نماز — اس نظر کی نظافت پہ لاکھوں سلام
وہ نظر جس کے آگے جہاں مثل کف — اس کی بے حد بصارت پہ لاکھوں سلام
دیکھتی ہیں جو رب کو بلاواسطہ — ایسی آنکھوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
اپنی امت کی خاطر جو پرنم ہوئیں — چشمِ تر کی حقیقت پہ لاکھوں سلام
جس طرف ان کی پیاری نظر اُٹھ گئی — اس زمیں اس سمت پہ لاکھوں سلام

﴿غیر مقلدین کے لئے لمحۂ فکریہ﴾

☆ غیر مقلدین کے متفقہ بزرگ مولانا محمد سلمان منصور پوری لکھتے ہیں واضح ہو کہ عروجِ جسدی کا انکار آج کل کے فلسفہ خشک کی بنیاد پر فضول ہے کیونکہ جس قادرِ مطلق نے اجرام

سماویہ (چاند، سورج، ستارے، سیارے) کے بھاری بھرکم اجسام کو خلا میں قائم رکھا ہے، وہ جسمِ انسانی کے صغیر جسم کو خلا میں لے جانے کی بھی قدرت رکھتا ہے۔ آج کل نائٹروجن کی طاقت سے ہوائی جہاز اور جہازوں کے زور آدمی اُڑ رہے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی کریم کو بسواری براق (جو برق سے مشتق اور الیکٹرکسٹی کی طاقتِ مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے) ملک السموات کی سیر کرانا کچھ بھی مستبعد نہیں، میرا اعتقاد یہ ہے کہ معراج جسم کے ساتھ اور بحالت بیداری تھی۔ (رحمۃ للعالمین، جلد اول، صفحہ ۶۵)

☆ غیر مقلدین کے مشکل کشا امام ابن قیم الجوزیہ نے بھی لکھا ہے کہ علمائے جمود کا قول ہے کہ اسرا بدن روح (معراج کا سفر) کے ساتھ تھا۔ (بحوالہ زاد المعاد، صفحہ ۳۰۰)

☆ کفار نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کئے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اگر کفار معراج کو خواب کی بات سمجھتے تو کیوں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اتنی مخالفت کرتے، تعجب ہے کفار تو معراجِ جسمانی کو تسلیم کریں اور مسلمان ہونے کے دعویدار انکار کریں۔

﴿شبِ معراج شریف کے چند اشارات﴾

☆ ان آیاتِ قدسیہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب، رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیر ومعراج کا ذکر فرمایا۔

☆ سفر معراج کے ذکر کا آغاز اللہ تعالیٰ کی شانِ سبحان سے ہوا، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سبحان کے بارے میں پوچھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تنزیہ اللہ عن کل سوء" (یعنی ہر عیب ونقص سے قطعی پاک ہونا) (روح المعانی)

☆ یعنی معراجِ رسول کے عجائب وغرائب پر حیران ہو کر انکار نہ کر دینا، جس نے معراج کرائی

ہے وہ رب سبحان ہے، ہر مجبوری ومعذوری سے منزہ ہے، ہر چیز پر قادر ہے اور جس نے معراج کی ہے وہ محبوبِ ذیشان ہے جو اللہ تعالیٰ کے بعد اس کائنات میں سب سے زیادہ اختیارات کے مالک ہیں۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عبدہ ہیں، عبد اور عبدہ میں فرق ہے۔ عبد سراپا انتظار ہے اور عبدہ، منتظر ہے۔ یہ حدیث "ان اللّٰہ اشتاق الی لقائک" کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ جبریل امین نے عرض کیا اے محبوب! اللہ آپ سے ملاقات کا مشتاق ہے۔

☆ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عبدیت، ان کی نورانیت کے منافی نہیں، فرشتے نور ہیں، قرآن پاک میں ان کو "عباد مکرمون" کہا گیا ہے۔ بعض کم نظر لفظ "عبدہ" سے اس سراپا نورانیت کا انکار کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ فرشتوں کی نورانیت کا بھی انکار کردیں۔

☆ لفظ عبد کا اطلاق روح اور جسم کے مجموعہ پر ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روحانی معراج ہی نہیں جسمانی معراج بھی حاصل کی ہے۔

☆ سفر معراج رات کے قلیل حصے میں ہوا جو سرعت رفتار پر دلالت کرتا ہے۔ اتنے کم وقت میں زمان ومکان کی حدود سے ماوراء جانا حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اعجاز ہے ورنہ آئن اسٹائن سائنسدان کے کہنے کے مطابق تو تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرنے والی روشنی دائرہ کائنات کے قطر کی مسافت تین ہزار ملین نوری سالوں میں طے کر سکتی ہے مگر ادھر تو یہ حال ہے

قصر دنیٰ تک کس کی رسائی ہے
جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں

☆ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سیر ومعراج کا عظیم الشان سفر عالمِ بیداری میں ہوا

خواب کا کہیں ذکر نہیں۔اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خواب کا ذکر فرماتے تو کفارِ مکہ کو حیران و پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ وہ سب اس لئے نقشِ حیرت بلکہ پیکر انکار بنے ہوئے تھے کہ ان کے نزدیک عالم بیداری میں ایک جسم محسوس کا اتنے تھوڑے عرصے میں زمان ومکان کی سرحدوں سے نکلنا اور واپس آنا امر محال تھا لیکن اہلِ ایمان کے نزدیک امر کمال تھا۔

☆آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی معراج کی تصدیق سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی اور اس دن کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو صدیق کا لقب عطا فرمایا۔

☆سفرِ معراج میں آسمانوں پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا انبیاء کرام کو شرف حاصل ہوا یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے کہ اب حضرت جبریل علیہ السلام نے بھی آگے جانے سے معذرت کر لی جبکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چمڑے کی نعلین پہنے ہوئے چل رہے تھے۔ساعت گاہ صریرِ خامہ (لوحِ محفوظ کے نزدیک سے اس پر چلنے والے قلم کی آواز کو سنتے ہوئے) گزرتے ہوئے خطیرۃ القدس (یعنی اللہ تعالیٰ) تک پہنچے اور اتنے قریب کہ دو کمانوں کا فاصلہ تھا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے ہم کلام ہوئے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں البتہ مستند کتب میں درج ہے کہ ہمارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی پُرخلوص حمد وثنا بیان فرمائی۔اس موقع پر ارشادِ ربانی ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو ایسا دیکھا کہ نہ آنکھ جھپکی اور نہ ہی ادھر اُدھر ہوئی اور کسی کو کیا معلوم کہ ہم نے اس پر کیا وحی کی۔

☆ایک روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باری تعالیٰ کے حضور تشریف لے گئے تو دریافت کیا گیا کہ ''اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے ہمارے لئے کیا لائے''، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا ''التحیات للّٰہ والصلوٰات

والطیبات'' (ترجمہ: ہر طرح کی تعریف اور پاکیزگی اور طہارت اور میری نماز اللہ ہی کے لئے ہے) جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیج کر یہ انعام عطا کیا ''السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ'' (ترجمہ: اے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام رحمت اور برکت ہو) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس عظیم نوازش وانعام پر اپنی امت کو یاد فرمایا ''السلام علینا وعلیٰ عباد اللّٰہ الصالحین'' (ترجمہ ان پر بھی ہمارا سلام ہو اور ان پر بھی جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں)

اسی موقع پر جبریل علیہ السلام نے شہادت دی ''اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ'' (ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور بندے ہیں)

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس کلام کو نماز میں شامل کر دیا گیا۔اب ہر نماز میں ہر مسلمان ''التحیات'' پڑھتا ہے شاید اس مقدس کلام کے صدقے میں ہماری نماز کو معراج المومنین قرار دے دیا گیا اور یہ امت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تحفہ عظیم ہے۔

☆معراج کے موقعہ پر پچاس وقت کی نمازیں فرض کی گئی تھیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بمشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بار بار بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر کم کرا دیں مگر رحمت پروردگار ملاحظہ فرمائیے کہ ارشاد ہوا کہ نمازیں تو امت پانچ پڑھے گی مگر ثواب پچاس ہی کا ملے گا۔

☆حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں مجھے جنت اور دوزخ کا بھی مشاہدہ کرایا گیا۔

غرض اس سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نیک اعمال کی جزا اور بُرے اعمال کی سزا دونوں پہلو اس لئے دکھائے گئے تا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مشاہدہ کا موقع ملے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو عبرت پکڑنے کے لئے بتاسکیں۔

☆ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول آخر

کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

سفر معراج میں ساتوں آسمانوں کا، سدرۃ المنتہیٰ کا، جنت کا، دوزخ کا (جو ساتوں زمینوں کے نیچے ہے) پھر لامکاں تک پہنچے جس کی کوئی سمت نہیں۔ نہ مشرق، نہ مغرب، نہ شمال، نہ جنوب۔ یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ کون سی سمت گئے کیونکہ یہاں سمت ہی کو نہیں معلوم کہ کون سی سمت تھی اس بات کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کیا خوب بیان فرمایا ہے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے

پڑے ہیں یہاں خود جہت کو لالے کسے بتائیں کدھر گئے تھے

اس رسالے میں اگر کہیں بھی کوئی اصلاح طلب مقام نظر آئے تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو قبول فرمائے اور ہم سب کو اسلامی احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کو ہماری نجات کا سبب بنائے تا کہ ہماری دنیا و آخرت سنور جائے اور بزرگانِ دین علیہم الرضوان کے فیوض و برکات سے ہمیں مستفید فرمائے اور اس کا ثواب اہلِ بیت عظام، جمیع مومنین و مومنات کو پہنچائے۔ آمین

آمین یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

☆ کوئی تمہاری بدگوئی کرے تو اسے اچھے الفاظ سے یاد کرو۔

☆ جہاں تک ممکن ہو لوگوں میں محبت و اخوت کا اظہار کرو، سب سے سلام کہو اگرچہ وہ برے ہی کیوں نہ ہوں۔

☆ آخرت کے گرم گرزوں سے دنیا میں کوڑے کھانا بہتر ہے جو مشقت تم پر لوگ نہیں ڈالتے تم بھی نہ ڈالو، جس اچھی بات پر وہ راضی ہوں تم بھی راضی رہو۔

☆ کوئی مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو اس کی مدد کرو، کوئی حاجت مند کسی کام آ جائے تو اپنی استطاعت کے مطابق اس کا کام کرو، مدد مانگنے والے کی امداد کرو۔

☆ کسی چیز کی عادت نہ ڈالو جو بظاہر زیبا نہ ہو۔

☆ میں بخیل کو عادل نہیں سمجھتا اور نہ ہی اس کی گواہی قبول کرتا ہوں کیونکہ بخل، بخیل کو اپنے حق سے زیادہ لینے پر مجبور کرتا ہے۔

☆ کوئی تم سے حسن سلوک کرے یا نہ کرے، تم اس سے اچھا برتاؤ کرتے رہو۔

☆ ذلیل اور گھٹیا لوگوں سے دوستی نہ کرو، جس کا ظاہر اچھا نہیں اس سے ملاپ نہ رکھو۔

☆ پنجگانہ نماز پابندی سے ادا کرو، اور لگن جاری رکھو کیونکہ بخیل کبھی سردار نہیں بنتا۔

☆ ہر کسی کی دعوت قبول نہ کرو، بدامنی پیدا نہ کرو کوئی تمہیں ڈانٹے تو تم ایسا ہرگز نہ کرو۔

☆ تعلقات دنیا کو کم کرنا یہ ہے کہ آدمی دنیا سے ضروری چیزیں لے لے اور غیر ضروری چھوڑ دے۔

☆ حصول علم کے لیے دل جمعی درکار ہے، اور دل جمعی معلومات بڑھانے سے نہیں گھٹانے سے حاصل ہوتی ہے۔

☆ جو علم کو دنیا کمانے کے لیے حاصل کرتا ہے، علم اس کے دل میں جگہ نہیں پاتا۔

☆ مصائب گناہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں، گنہگار کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ مصیبتوں کے نزول کے وقت واہ ویلا کرے۔

☆ نکاح اس وقت کرو جب یقین ہو جائے کہ میں اہل وعیال کی ذمہ داری اٹھا سکوں گا۔

☆ جس کو علم نے معاصی وفواحش سے باز نہ رکھا، اس سے زیادہ زیاں کار کون ہوگا۔

☆ علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسے جسم بغیر روح، جب تک علم برہمہ وجود عمل سے متفق نہ ہوگا کافی نہ ہوگا اور نہ مخلصانہ۔

☆ دوسروں کو خوش رکھ کر جو خوشی حاصل ہوتی ہے، اس سے بڑھ کر کوئی خوشی نہیں۔

☆ اپنا راز کسی کو نہ بتاؤ آزمائے بغیر کسی سے مصاحبت کرو۔